Al-Azhār

Volume 8, Issue 1 (Jan-June, 2022)

ISSN (Print): 2519-6707

Issue: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/18

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/316

Article DOI: https://doi.org/10.46896/alazhr.v8i01.316

Title Religious Thoughts and Services of Allama Shabli Nomani

Author (s): Dr. Nadia, Dr. Samreena Liaquat, and Sharmeen Naeem

Received on: 26 June, 2021

Accepted on: 27 May, 2022

Published on: 25 June, 2022

Citation: Dr. Nadia, Dr. Samreena Liaquat, and Sharmeen Naeem, “Construction: Religious Thoughts and Services of Allama Shabli Nomani,” Al-Azhār: 8 no, 1 (2022): 21-31

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

علامہ شبلی نعمانی کے مذہبی افکار و خدمات

Religious Thoughts and Services of Allama Shabli Nomani

*ڈاکٹر نادیہ

**ڈاکٹر ثمرینہ لیاقت

***شرمین نعیم

Abstract

Shibli Nomani, One of the five elements of Urdu Literature was associated with "Aligarh". He had shaped the literature according to Aligarh Movement. He not only carved the literature but also given the act of moderns. Early a modern way of thinking to it. He keeping all the circumstances in his mind, he had also provoken Societies Islamic values. He also discuss the problems and dimension of ilm – e – kalam in the particular way.

However, he had given new civilizations to Islamic values, this is one of the responsibility of Islamic value that was taken from Shibli.

Keywords: Ilm-e-kalam, Mashiat-e-ilahi, Ijtihad, Modern Education, Biogrphy.

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ اُردو برائے آرٹس، سائنس اور ٹیکنالوجی، عبدالحق کیمپس، کراچی

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ اُردو برائے آرٹس، سائنس اور ٹیکنالوجی، عبدالحق کیمپس، کراچی

*** لیکچرار، شعبۂ اردو، جامعہ اُردو برائے آرٹس، سائنس اور ٹیکنالوجی، عبدالحق کیمپس، کراچی

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے مسلمانوں کو انگریزوں کی نظر میں باغی قرار دے دیا تھا۔ ایسے میں سر سید نے انفرادی طور پر مسلمانوں کی وفاداری کا نعرہ بلند کیا اور دونوں جانب حالات بہتر بنانے کے لیے باقاعدہ ایک تحریک چلائی۔

> ”سر سید احمد خان نے جو انفرادی حیثیت میں انگریزوں کے حامی وطرف دار تھے۔ انگریزوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ مسلمان وفادار ہیں۔ ساتھ ہی انھوں نے مسلمانوں کو بھی وفادار بنانے کی تحریک اٹھائی۔“ 1

اس مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے مسلمانوں کو انگریزی تہذیب اور یورپ کے جدید علوم سے مسلمانوں کے دل و دماغ کو معطر کروانے کا عزم کیا۔ آہستہ آہستہ سر سید کی یہ تحریک پھیلتی جارہی تھی اور معاشرے میں تیزی سے تبدیلی آرہی تھی۔ یہ تبدیلی صرف تعلیم کی حد تک نہ تھی بلکہ زندگی کہ ہر پہلو کو متاثر کر رہی تھی۔ رسم ورواج، رہن سہن، پہنا اوڑھنا، اخلاق وعادات، علم، فن، فکر و مذہب غرض ہر پہلو تبدیل ہو رہا تھا۔

برصغیر کے مسلمان اس تحریک کے بعد دو دھڑوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ ایک وہ لوگ جو سر سید احمد خان کی تحریک کے مکمل حامی تھے۔ جبکہ دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو اس تحریک کے مخالف تھے اور اس گروہ میں بہت سے وہ لوگ بھی شامل ہوگئے تھے جو اولاً خود اس تحریک کا حصہ تھے۔ ایسے لوگوں میں ڈپٹی نذیر احمد اور شبلی نعمانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شبلی نعمانی اگرچہ ابتدا میں سر سید کی تحریک کے حامی تھے کیونکہ وہ بھی سر سید کی طرح مسلمانوں کو ایک منظم، متحد اور ترقی یافتہ قوم کے طور پر دیکھنا چاہتے تھے لیکن اس غرض کے حصول کے لیے انھوں نے جو راہ اختیار کی وہ سائنٹفک سے کہیں زیادہ اسلامی تھی۔ اسلام شبلی کے لیے سب سے اہم تھا وہ اپنا ہر عمل اس کے ہی مطابق کرنا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لیے انھوں نے کبھی بھی کوئی سمجھوتا نہیں کیا۔ تمام عمر وہ اسلام کے سپاہی کی طرح میدان عمل میں ڈٹے رہے۔ حتی کہ علی گڑھ سے وابستہ ہو کر جب انگریزی تعلیم سے قریب ہو کر جب اس کا مطالعہ کیا تو اس سے قطعاً متفق نہ ہوئے۔ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

> ”یہاں آکر میرے تمام خیالات مضبوط ہوگئے کہ انگریزی خواں فرقہ نہایت مہمل فرقہ ہے۔ مذہب کو جانے دو، خیالات کی وسعت، سچی آزادی، بلند ہمتی، ترقی کا جوش برائے نام نہیں یہاں ان چیزوں کا ذکر تک نہیں آتا بس خالی کوٹ پتلون کی نمائش گاہ ہے۔“ 2

علی گڑھ آکر مغربی وانگریزی تعلیم سے روشناس ہوئے اور اس کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے قدیم و

جدید کو ملا کر ایک نئی صورت حال پیدا کی جس کے ذریعے مسلمانوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کی ٹھانی غرض شبلی نے انگریزی تعلیم اور مسلمانوں کی تاریخ کو ملا کر ایک نیا انداز اختیار کیا اور اس ہی انداز کو ندوۃ العلماء میں بھی رائج کیا تاکہ مسلمان نسل اپنی تاریخ سے روشناس ہو کر عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق تیار ہو سکیں۔ علی گڑھ میں چونکہ مشرق اور مغرب کے اساتذہ اکٹھا ہو رہے تھے اس سے مشرقی اساتذہ کرام کا مطمع نظر وسیع ہو رہا تھا اور وہ مغربی تہذیب اور انگریزی تعلیم کی تقلید کرتے جا رہے تھے یہاں آکر شبلی کے خیالات میں بھی تبدیلی آئی۔ سید سلمان ندوی لکھتے ہیں:

> ”علی گڑھ کالج پہلا مقام تھا جہاں اس وقت مشرق و مغرب کے استاد یک جا تھے اور ایک دوسرے کے خیالات و معلومات سے متاثر ہو رہے تھے مولانا کو کالج آکر سب سے بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ ان کو یورپ کے خیالات اور علمی تحقیقات سے آگاہی کا موقع ملا۔“ 3

اسلام شبلی کی پہلی ترجیح تھی اگرچہ کہ شبلی مغربی افکار و نظریات سے واقف ہو کر متاثر ہو رہے تھے لیکن ان سب کے باوجود ان کی تمام ترکاوشیں اسلام کی ترویج اور استحکام سے متعلق تھیں۔

1892ء میں مولانا شبلی نے روم کا سفر کیا تو وہاں کے حالات نے انھیں بہت متاثر کیا۔ وہاں کے مسلمانوں کی حالت بھی ہندوستان کے مسلمانوں جیسی ہی لگی وہاں بھی تعلیم کے جدید و قدیم نظام تھے۔ لیکن وہاں بھی ایسا نظام نہیں تھا جس میں مسلمانوں کو جدید تعلیم کی ترغیب اسلامی دائرہ کار میں رہتے ہوئے ملے۔ اپنے انہی افکار و خیالات کا اظہار انھوں نے سفر نامہ روم و مصر و شام میں کیا۔ شبلی اس بات پر قائم تھے کہ اگرچہ مغربی تعلیم مسلمانوں کی ترقی کا باعث ہے تو مذہبی تعلیم مسلمانوں کی قومیت کو زندہ رکھنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

> ”مسلمان مغربی علوم میں گو ترقی کے کسی رتبے تک پہنچ جائیں لیکن جب تک ان میں مشرقی تعلیم کا اثر نہ ہو ان کی ترقی نہیں کی جا سکتی۔“
>
> ”اس تعلیم میں ایسی بھی چیزیں ہیں جو مسلمانوں کی قومیت کی روح ہیں اور جس تعلیم میں اس روحانیت کا مطلق اثر نہ ہو وہ مسلمانوں کے مذہب قومیت تاریخ کسی چیز کو زندہ نہیں رکھ سکتی۔“ 4

غرض شبلی کی شبانہ روز کوشش یہی تھی کہ مسلمان انگریزی تعلیم سے استفادہ کریں لیکن وہ اپنی مذہبی تعلیمات کو بھی لازمی شامل نصاب رکھیں اور اپنی زندگی کے لیے مشعل راہ بنائیں۔ اس ضمن میں شبلی نے صرف تقریر اور مباحثے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی تحریروں کے ذریعے لوگوں کو مذہب اسلام کی تعلیمات دینا شروع

کیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز پرنسپل کی نظر میں آپ مشکوک ہوگئے تھے سرسید بھی کچھ انہی وجوہات کی بنا پر خاطر خواہ مراسم نہیں رکھ رہے تھے حالات کو بھانپتے ہوئے شبلی نے علی گڑھ سے ایک سال کی رخصت لی اور اعظم گڑھ پہنچ گئے۔ یہاں انھوں نے "الفاروق" جیسی شاہکار سوانح لکھنے کا عزم کیا۔ لیکن کچھ مصروفیات کی بنا پر وہ یہ کام نہیں کر سکے اور چھٹیاں ختم ہو گئیں تو دوبارہ درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ 1898ء تک شبلی علی گڑھ سے منسلک رہے اسی سال نواب شاہ جہاں بیگم کی جانب سے انھیں ندوۃ العلماء کی دیکھ بھال اور سرپرستی کے فرائض حاصل ہوئے جسے انھوں نے بخوبی نبھایا۔ ندوۃ العلماء میں انھیں اپنی خواہش کے مطابق جدید اور قدیم تعلیمات کا سنگم پیش کرنے کا موقع ملا یہ خیال سفر مصر سے ہی شبلی کے ذہن کے نہاں خانوں میں گردش کر رہا تھا۔ لہٰذا شبلی نے یہاں باقاعدہ سکونت اختیار کی اور ندوۃ العلماء کے ذریعے قوم کی تربیت کا بیڑہ اٹھایا کام اگرچہ مشکل تھا لیکن شبلی نے اپنی لگن اور جستجو سے مکمل کرنے کی ٹھانی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب شبلی کی لکھی ہوئی سوانح الفاروق منظر عام پر آئی۔ اس سوانح نے شبلی کی شہرت بام عروج پر پہنچا دیا۔

اگرچہ شبلی نے ندوۃ میں نئے نظام کو رائج کرنے کی کوشش کی جو کہ ان کے نزدیک ترقی کی راہ اور دین کی بقا تھی لیکن بہت سی مخالفتوں کا سامنا کرنے کی وجہ سے شبلی ویسا نظام رائج نہیں کر سکے جیسا کہ وہ چاہتے تھے۔

"ندوۃ کا مقصد اسلام کی حمایت اور علم دینی کی بقا ہے لیکن نہ اس طرح کہ جو پرانے خیال کے مولوی چاہتے ہیں۔ گویا وہ مذہبی تعلیم کی اصلاحی صورت ہے۔"[5]

ندوۃ سے الگ ہوئے تو شبلی نے دارالمصنفین قائم کیا اور وہیں پر انھوں نے اپنی آئندہ کی تحریر کا خاکہ بنایا غرض 1914ء جون میں جب بمبئی گئے تو وہاں انھوں نے سیرت النبی جلد اول مکمل کی۔ اس کے بعد شدید علیل ہوئے اور سیرت النبی کی باقی جلدوں کا مواد سید سلیمان ندوی کے حوالے کر کے جلد از جلد ان سے سیرت مکمل کرنے پر زور دیا۔

اسی سال شبلی علالت کے باعث جاں بحق ہوئے۔ شبلی کے تمام تر کام میں سب سے اہم اور مقدم قوم کی اصلاح کرنا تھا۔ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک مہذب اور ترقی یافتہ قوم کے روپ میں دیکھنا چاہتے تھے کہ اور مذہب اسلام کو ہمیشہ سر بلند رکھنا چاہتے تھے اور مقصد کے حصول کے لیے ہمیشہ سرگرم رہتے تھے جہاں اسلام کے اصول و ضوابط کی بات ہوتی تو جدیدیت کا نعرہ لگانے والے شبلی قدامت پسند بننے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے بلکہ اس قدامت میں ہی اپنی اور قوم کی فلاح ڈھونڈتے تھے۔

"دفاع اسلام کے سلسلے میں شبلی اپنے جدید انداز نظر کے باوجود وہ بنیادی طور پر قدامت پسند

روایت پرست نظر آتے ہیں۔"6

سر سید کے کتب خانوں کی کتابوں کے مطالعے نے ان کا ذوق تاریخ نویسی بھرپور ابھارا۔ اور ایسا ابھارا کہ شبلی نے تاریخ اسلام لکھنے کا قصد کیا لیکن افسوس ندوۃ اس میں من و عن پورے نہ اتر سکے لیکن اس لگن نے ان سے مذہبی و تاریخی حوالے سے کئی ایسے کام کروائے جن سے مذہب اسلام کے روشن پہلو وا ہو گئے انھوں نے تحریروں میں مذہب کے کسی بھی پہلو کی اندھی تقلید نہیں کی بلکہ عقلیت سے اسے ثابت کیا ہے اس بات کی بھرپور حمایت کرتے تھے کہ احکام الہی صرف مشیت الہی کا ذریعہ ہے اور اس میں کسی قسم کی مصلحت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ شبلی نے مسلمانوں کی اخلاقی اصلاح کی غرض سے مختلف سوانح عمریاں لکھیں۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو جب ان کے ماضی کے عظیم لوگوں کی زندگی کی مثال پیش کی جائے گی تو یقیناً مسلمانوں کے لیے زیادہ پر اثر ثابت ہو گا کیونکہ شبلی کا جو دور تھا وہ انتہائی انتشار اور زوال کا دور تھا۔ کیونکہ مغربی تہذیب کے وار جاری تھے دوسری طرف اسلامی تمدن کا فقدان تھا۔ لہذا شبلی نے اپنی تحریر کردہ سوانح عمریوں میں جن کا ذکر کیا ہے وہ مسلمانوں کے لیے نہایت محترم اور مقدم تھے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی عظیم ہستیوں کی سوانح لکھیں ان کی زندگی کے حالات اور واقعات بیان کیے تاکہ مسلمان ان سے استفادہ کریں اور اپنی اصلاح کریں کیونکہ قوم میں جب شعور بیدار ہو گا تو وہ مذہبی تہذیب اور تعلیم کی خود پاسداری کریں گے۔ غرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شبلی سوانح نگار ہیں لیکن اس سے کہیں زیادہ وہ مبلغ ہیں جو اپنی مذہبی ملت کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔

سیرت النبی، الفاروق، الغزالی، سوانح مولانا روم، المامون سیرت السان وغیرہ شبلی کی اہم سوانح ہیں جن میں اسلام کی اہم ہستیوں کی زندگی کا تذکرہ ہے اس کی تفصیل ہم آگے لکھیں گے۔ سوانح کے علاوہ شبلی کی اور بھی تصانیف ہیں جن میں ہمیں شبلی کی مذہب اسلام سے خاص محبت اور رغبت ملی ہے۔

ظل الغمام فی مسئلۃ القراء حلف الامام:

شبلی نے ایک رسالہ "ظل الغمام فی مسئلۃ القراء حلف الامام" لکھا۔ یہ رسالہ اردو زبان میں لکھا ہوا ہے اور یہ مولوی سلامت اللہ کے رسالے کا جواب ہے جو کہ چالیس صفحات پر ہے اس میں ترک قراۃ کے مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے اور ایسے مدلل انداز میں کہ جو مخالفین تھے انھیں تسلی بخش جواب ملا۔

اسکات المتعدی علی نصات المقندی:

دوسرا رسالہ "اسکات المتعدی علی نصات المقندی" کے نام سے لکھا یہ عربی زبان کا رسالہ میں لکھا گیا جو بیس صفحات پر مشتمل ہے اس میں بھی قرات کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

سفر نامہ روم و مصر و شام:

یہ شبلی کے سفر نامہ سے زیادہ ان کی روداد ہے جو کہ انھوں نے مصر، روم و شام کے سفر کے دوران جمع کی تھی۔ شبلی نے مسلمانوں کی کمزوریوں کا جائزہ لیا تھا ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کا پتہ لگایا تھا۔ ایسا دور جس میں ہر سمت صرف انگریزوں کا ڈنکا بج رہا ہوں ہر جانب انگریزوں کی ہی حکومت اور سرپرستی تھی ایسے میں کسی کا انگریزی پالیسی کو چاک کرنا اور ترکیوں کی حمایت کرنا گویا اپنے زوال کو دعوت دینا تھا لیکن شبلی نے ان تمام تر خطروں کو بالائے طاق رکھا اور بہت محتاط انداز سے یہ سفر نامہ اور ان ممالک کے مسلمانوں کی روداد بیان کی۔

علم الکلام:

یہ کتاب دراصل علم کلام کی تاریخ ہے جسے شبلی نے چار حصوں میں لکھا ہے۔ اس کتاب کا تعارف انھوں نے اپنی ایک کتاب الغزالی کے دیباچے میں بیان کیا تھا۔ اس کا پہلا حصہ علم کلام کی ابتداء اور عہد بہ عہد ہونے والے ارتقاء پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصے میں علم الکلام کے عقائد اور فلسفہ سے تعلق پر بحث کی ہے اور اس کے منفی و مثبت انداز کو بیان کیا ہے۔ اس کتاب کے تیسرے حصے میں وہ اعلیٰ اشخاص جو علم کلام میں اہم مقام رکھتے ہیں ان کی سوانح بیان ہے۔ چوتھے حصے میں علم کلام کا جدید انداز اور اس کی خوبیاں اور ضرورت کے بیان کو پیش کیا گیا ہے۔ شبلی نے علم و ادب کی تعلیم محمد فاروق چریا کوٹی سے اور فقہ کی تعلیم مولوی محمد فاروق سے حاصل کی تھی دونوں ہی اپنے مضمون کے ماہر تھے اور یہی مہارت انھوں نے اپنے شاگرد کو عطا کی۔ اس کتاب میں شبلی نے ان فلسفہ کا جواب دیا جو مسلمانوں کے عقائد پر اعتراض کے لیے بیان کیے گئے تھے اور ہر فلسفے کے جواب میں شبلی نے جامع اور مربوط فلسفہ ہی بیان کیا ہے۔ اور یہ فلسفہ خالصتاً مذہب اسلام کے دائرہ کار میں تھا۔ علم الکلام لکھنے کے بعد شبلی کو اس بات کا خاص احساس ہوا کہ یہ مکمل کتاب نہیں کہ ابھی بہت سے پہلو تشنہ رہ گئے ہیں۔ لہٰذا شبلی نے ایک اور کتاب "الکلام" کے نام سے لکھی۔

الکلام:

اس کتاب میں شبلی نے پہلے علم کلام کی تعریف بیان کی پھر اس کی اقسام بیان کی پھر مختلف ادوار میں علم کلام پر کیے گئے اعتراضات ان کی نوعیت اور پھر اس کا رد عمل بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے شبلی نے علم کلام کو قدیم اور جدید کے فرق میں بیان کیا اور پھر اس بات پر زور دیا کہ اب جو زمانہ ہے وہ جدید علم الکلام کا ہے۔ طالبِ علمی کے زمانے سے مباحثہ کا ذوق رکھتے تھے تو تحریر بھی یہی انداز لیے ہوئے تھی اور ان کی ہر پہلو ہر سطر دفاع اسلام کے جذبے سے سرشار نظر آتی ہے۔

اب ہم شبلی کی سوانح نگاری کی بات کرتے ہیں۔ سوانح لکھنے کا اولین مقصد یہ تھا کہ شبلی چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں چھائی مایوسی ختم ہو اور وہ دوبارہ سے ایک نئے عزم کے ساتھ اٹھیں اور دین کی سربلندی کا باعث بنے اور معاشرے میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کریں المامون اس سلسلے کی سب سے پہلی کڑی المامون ہے۔

المامون:

" 1887ء میں المامون شائع ہوئی جسے ناموران اسلام کے سلسلے کی پہلی کڑی بتایا گیا ہے۔"7

اس سوانح میں خلیفہ مامون الرشید کے عہد کی خوبیاں ان کے خلافت کے اصول ان کی نصبی کارنامے اور شخصی و ذاتی کوائف تفصیل سے بیان کیے۔ سید سلیمان ندوی نے اس کو اپنی کتاب حیات شبلی میں تاریخ بنی العباس کا نچوڑ بیان کیا ہے۔

سیرت النعمان:

سیرت کی یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے بالترتیب 1889ء اور 1890ء میں منظر عام پر آئیں۔ اس میں حضرت امام ابو حنیفہ کی زندگی، حالات و واقعات ان تمام اجتہادات اور مسائل کو بیان کیا گیا ہے جس پر انھوں نے کام کیا ہے یہ ایک کافی ثقیل اور علم طلب کام تھا جس کو شبلی نے احسن طریقے سے نمٹایا۔

سفر نامہ روم و مصر:

1892ء میں شبلی نے روم و مصر و شام کا سفر کیا اگرچہ اس سفر کا دورانیہ ایک سال ہی کے اندر رہا لیکن اس میں شبلی نے احساس کیا ان ممالک میں مسلمانوں کی حالت ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت سے زیادہ مختلف نہیں ہے اور پھر انھوں نے ان تمام مسائل کا حل صرف اور صرف علم جدید میں تلاش کیا۔ یعنی ایک ایسا علم جس میں عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت بھی ہو اور دین سے بھی نزدیک ہو۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی ترقی حاصل کرنے کا زریعہ بھی بنے۔

"نئی تعلیم میں قومیت اور مذہبی پابندی کا اثر کم ہے اور پرانی تعلیم اس قابل نہیں کہ دنیا کی موجودہ ضرورتوں کا ساتھ دے سکے۔ صرف یہ دارالعلوم (مصر) ہے جو دونوں ڈانڈوں کو ملانا چاہتا ہے۔"8

اس ضمن میں جب شبلی نے سفر سے واپس آکر احباب سے اس کا ذکر کیا تو سب نے اس کی اشاعت کی فرمائش کی لیکن سرسید احمد خان اس کی اشاعت سے مطمئن نہ تھے کیونکہ اس میں ترک حکومت کی حمایت اور

انگریزوں کی مخالفت کا اندیشہ تھا لیکن شبلی نے نہایت احسن انداز سے یہ سفر نامہ مکمل کیا۔ اس سفر نامے کو ترک حکومت کی جانب سے تمغہ مجیدی بھی ملا۔ انگریزوں نے شبلی کو منع کر دیا تھا کہ وہ ہندوستان میں اس تمغے کو استعمال نہیں کر سکتے جس پر سر سید احمد خان نے انگریز حکومت سے درخواست کی۔

> "مولانا شبلی جیسے فاضل کی قدر دانی ترکی گورنمنٹ تو اتنی کرے کہ تمغہ مجیدی عطا فرمائے اور انگریزی گورنمنٹ بڑے افسوس ہے کہ اس فرض سے غافل رہے۔"[9]

1894ء کو اس کتاب پر شبلی کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔

الفاروق:

یہ سوانح حضرت عمر فاروق کی ہے جو کہ دو حصوں پر مشتمل ہے اور 1899ء میں شائع ہوئی۔ اس کے پہلے حصے میں حضرت عمر کی زندگی حالات و واقعات، خلافت، شجاعت، فتوحات وغیرہ کے بیانات ہیں جب کہ دوسرے حصے میں حضرت عمر کی نظام حکومت، فوج داری، بیت المال، عدل و انصاف، اخلاق و عادات، سیاست و تدبیر، رعایا کے حقوق، تعلیم، مذہب وغیرہ کا تفصیلی بیان ملتا ہے۔ یہ تمام تر تفصیل لکھنے کی غرض سے شبلی نے پہلے ہر چیز کی مکمل معلومات و مواد اکٹھا کیا اور پھر انھوں نے یہ سوانح تحریر کی۔ الفاروق کو شبلی نے المامون کے بعد ہی لکھنا شروع کر دیا تھا لیکن مواد کے انتظار میں اسے موخر کر دیا۔

الفاروق کے دیباچے میں شبلی نے تاریخ نویسی کے حوالے اپنے نظریات کی وضاحت کی اور تاریخ نویسی کی ایک مربوط تعریف بیان کی۔

> "آج دنیا میں جو تمدن معاشرت خیالات، مذاہب موجود ہیں سب گزشتہ واقعات کے نتائج ہیں جو خواہ مخواہ ان سے پیدا ہونے چاہیں تھے۔ اس لیے ان گزشتہ واقعات کا پتا لگانا اور ان کو اس طرح ترتیب دینا جس سے ظاہر ہو کہ ہر موجودہ واقعہ گزشتہ واقعات سے کیوں کر پیدا ہوا، اسی کا نام تاریخ ہے۔"[10]

الفاروق شبلی کی تمام سوانح میں سب سے نامور ہے اس کو اگر تاریخ نویسی کا شاہکار کہنا بے جانہ ہوگا۔

الغزالی:

یہ سوانح امام غزالی کی ہے جو کہ شبلی نے قیام حیدر آباد کے دوران لکھی تھی۔ اگرچہ اس سوانح کی تحریر کا خیال شبلی کے ذہن میں بہت پہلے سے تھا لیکن یہ 1902ء میں منظر عام پر آئی۔ امام غزالی چونکہ علم کلام کی جدید صورت کے بانی تھے اس حوالے سے ان پر کام نہایت اہم اور ضروری تھا سر سید نے شبلی کو مشورہ دیا تھا کہ الفاروق کی

بجائے الغزالی لکھیں تا کہ علم کلام کی صورت واضح سامنے آسکے۔ الغزالی اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک طرح سے علم الکلام کا یہی حصہ تھا۔ یہ سوانح دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک میں امام غزالی کی سوانح اور دوسری میں امام غزالی کی تصانیف، فلسفہ، تصوف، عقائد، اصلاح تعلیم، اصلاح اخلاق وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ الغزالی کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> "علم کلام جو مسلمانوں کی خاص ایجادات میں سے ایک مہتم بالشان علم اور ان کا سرمایہ ناز ہے میں آج کل اس کی نہایت مبسوط تاریخ لکھ رہا ہوں اور اس کے چار حصے قرار دیئے ہیں۔"
>
> اسی دیباچے میں آگے چل کر لکھتے ہیں؎
>
> "امام صاحب (غزالی) کے حالات میں ان کے اصول عقائد اور طرز استدلال کی تفصیل بھی ہے۔ اس طرح علم کلام کے اکثر مہتم بالشان مسائل بھی اس کتاب میں آگئے ہیں۔"11؎

سوانح مولانا روم:

یہ کتاب مولانا جلال الدین رومی کی سوانح ہے جو 1904ء میں مکمل ہوئی اور 1906ء میں شائع ہوئی اس سوانح میں جو دراصل ادبی اور تنقیدی کتاب ہے اس کتاب میں ہمیں مولانا صاحب کی شخصیت کے خد و خال اتنے واضح نہیں ملتے البتہ مولانا روم کے علم کلام اور ان کی شاعری پر خاص کر مثنوی پر طویل بحث ملتی ہے۔ دیباچہ میں خود لکھتے ہیں:

> "ہمارے نزدیک اصل علم کلام یہی ہے کہ اسلام کے عقائد کی اس طرح تشریح کی جائے اور اس کے حقائق و معارف اس طرح بتائے جائیں کہ خود بخود دل نشین ہو جائیں۔ مولانا روم نے جس خوبی سے اس فرض کو ادا کیا ہے مشکل سے اس کی نظیر مل سکتی ہے۔"12؎

اس سوانح میں حالات زندگی کے ساتھ مولانا کے معاصرین کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اسی طرح ان کے دیوان کی خصوصیات کے ساتھ ساتھ مثنوی کی خصوصیات بھی بیان کی ہیں۔ مثنوی مولانا روم جو اب تک تصوف اور طریقت کی کتاب تصور کی جاتی تھی شبلی نے اس کو عقائد اور علم کلام کی بھی عمدہ کتاب قرار دیا ہے۔ شبلی کا ماننا تھا کہ اس میں مسائل عقائد نہایت مدلل اور جامع انداز میں بیان کیے گئے جس کی نظیر کسی اور کتاب میں نہیں ملتی۔ اس کے بعد مثنوی کی کلامی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے علم کلام کے مسائل، الہیات، معجزہ، تصوف، توحید، فلسفہ، سائنس، جبر و قدر وغیرہ سے مثنوی کا جائزہ لیا ہے۔

شبلی اس مثنوی کے مطالعے کے وقت علم کلام میں اس قدر کھو گئے تھے کہ انھوں نے مثنوی کے دیگر شعری محاسن کی جانب ذرہ برابر بھی توجہ نہ کی اور تمام کاوش صرف اور صرف علم کلام میں صرف کی۔

سیرت النبیؐ:

یہ سوانح جو کہ نبی کریمؐ کی سیرت پر مبنی ہے اس کی جلد اول شبلی نے لکھی تھی اس میں انھوں نے حضور پاکؐ سے اپنی عقیدت و محبت کا والہانہ اظہار کیا ہے اور یہ نہایت اہتمام سے تحریر کی ہے۔ اس کی دوسری جلد لکھنا چاہتے تھے کہ زندگی نے وفا نہ کی۔ اور پھر بعد کی جلدیں سید سلیمان ندوی نے شبلی کے احکامات کے مطابق مکمل کر کے شائع کروائیں۔

غرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ شبلی کی تصانیف کا بڑا حصہ علم کلام کے معنی مفہوم دلائل اور اس میں اضافت کا باعث رہا ہے شبلی کی یہ تمام تر کاوشیں خام خیالی نہ تھیں بلکہ ان تمام باتوں کے لیے دلائل قرآن مجید سے اخذ کرتے ہیں ہر مسئلہ کی دلیل قرآن کی حکمت سے لیتے بس اور اپنی بات کو موثر بناتے ہیں اگرچہ شبلی اردو ادب سے تعلق رکھتے ہیں لیکن مذہب سے انھیں خاص لگاؤ تھا اور اس لگاؤ نے ہی انھیں مذہب کی خدمات کے فرائض انجام دینے کا موقع دیا کہا جاتا ہے کہ مغربی تہذیب اور مغرب پرستی کے اس دور میں اگر شبلی بر وقت اپنی حکمت عملی سے کام نہ لیتے اور علم کلام کو جدید انداز سے بیان کر کے اس سیل رواں کے آگے بند نہ باندھتے تو ہندوستان بھر میں مسلمان اپنی مشرقی و مذہبی اقدار کھو دیتے اور اپنی روایات فراموش کر چکے ہوتے بلاشبہ یہ شبلی کا یہ ایک بہت بڑا احسان ہے کہ مسلمانوں پر جس کا اجر یقیناً اللہ کے ہاں شبلی کو ملے گا۔

حوالہ جات

ا۔ تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، جمیل جالبی، ص۔760

2۔ مکاتیب شبلی، سید سلمان ندوی، اعظم گڑھ 1917، ص۔50

3۔ حیات شبلی، سید سلیمان ندوی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ،1934، ص۔139

4۔ سفر نامہ روم و مصر و شام، شبلی، ص186۔187

5۔ خطوط شبلی مرتبہ محمد امین زبیری و سید محمد یوسف قیصر، عمل السعان بک ایجنسی، بھوپال، ص۔29

6۔ تاریخ ادب اردو از جمیل جالبی، جلد چہارم، ص۔1068

7۔ تاریخ ادب اردو از جمیل جالبی، جلد چہارم، ص۔1072

8۔ سفر نامہ روم و مصر و شام، شبلی نعمانی، ص۔187

9۔ حیات شبلی، سید سلیمان ندوی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ،1934ء، ص۔237

10۔ الفاروق، شبلی نعمانی، مطبع مفید عام آگرہ 1908ء، ص۔110

11۔ الغزالی، شبلی نعمانی، مطبع معارف اعظم گڑھ،1928ء، ص۔1
12۔ سوانح مولانا روم، شبلی نعمانی، مطبع نول کشور اسٹیم پریس،لاہور،1909ء

References

1. Tarikh adab Urdu, 4th Edition, jamil jalbi, Page # 760
2. Makatib Shibli syed Salman Nadvi, Azam Garh, 1917, Page # 50
3. Hayat Shibli, Syed Salman Nadvi, darul musanifeen, Azam Garh, 1934, Page # 139
4. Safar Nama Room o Misar o Sham, Shibli, Page # 186-187
5. Khatoot Shibli Muratib M. Amin zubairi o Syed M. Yousuf Qaiser, amal ul saan book agency, Bhopal, Page # 29
6. Tarikh adab Urdu, 4th Edition, jamil jalbi, Page # 1068
7. Tarikh adab Urdu, 4th Edition, jamil jalbi, Page # 1072
8. Safar Nama Room o Misar o Sham, Shibli, Page # 187
9. Hayat Shibli, Syed Salman Nadvi, darul musanifeen, Azam Garh, 1934, Page # 237
10. Al-farooq, Shibli Nomani, Matba Mufeed Aam Agrah, 1908, Page # 1
11. Al Gazali, Shibli Nomani, Matba Maarif – Azam Garh, 1928, Page # 1
12. Sawanah Mulana Room, Shibli Nomani, Matba Nool Kishur , steam Press Lahore, 1909